قسطوں پر کاروبار اور اُس سے متعلقہ احکام!

ادارہ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

ہمارے معاشرے میں بعض چیزیں دکاندار اگر نقد دیتے ہیں تو کم ریٹ لگاتے ہیں اور اگر قسطوں پر دیتے ہیں تو زیادہ ریٹ لگاتے ہیں، مثلاً رکشہ نقد بیچتے ہیں تو (1,80,000) ایک لاکھ اسّی ہزار روپے ریٹ لگاتے ہیں اور جب یہی رکشہ قسطوں پر بیچتے ہیں تو (2,40,000) دو لاکھ چالیس ہزار روپے ریٹ وصول کرتے ہیں۔ ماہانہ آٹھ سے دس ہزار روپے قسط ہوتی ہے اور کسی مجبوری کی وجہ سے وہ خریدنے والا قسط ادا نہ کرسکے تو دکاندار مطلوبہ رقم سے زیادہ وصولی نہیں کرتا، بلکہ رکشے کے کاغذات ضبط کرلیتا ہے اور قسط ادا کرنے کی صورت میں کاغذات واپس کردیتا ہے۔ کیا یہ صورت شریعت کی رو سے جائز ہے یا ناجائز ہے؟ کیا یہ سود تو نہیں ہے؟

وضاحت: دوسری قسط میں تاخیر ہوجانے پر گاڑی ضبط کرلیتے ہیں، پھر اگر وہ دو ماہ قسطیں نہ دے سکا تو گاڑی بھی ضبط اور جو قسطیں اس نے بھری ہیں وہ بھی ضبط ہوجاتی ہیں۔ مستفتی: عتیق الرحمٰن، کراچی

الجواب باسمہٖ تعالیٰ

صورتِ مسؤلہ میں قسطوں پر خرید وفروخت کی پہلی صورت جس میں مقررہ قسط کی متعینہ وقت پر ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں اضافی رقم وصول نہیں کی جاتی، صرف کاغذات ضبط کرلیے جاتے ہیں، جو کہ قسط کی ادائیگی پر واپس بھی کردیئے جاتے ہیں، یہ معاملہ جائز ہے، بشرطیکہ نقد واُدھار کی دونوں قیمتیں خرید وفروخت کی مجلس میں ذکر ہوکر ادھار پر معاملہ کرنا طے ہوچکا ہو۔

جبکہ مؤخر الذکر صورت جس میں قسط ادا نہ کرسکنے کی نوبت آنے پر گاڑی اور ادا شدہ رقم ضبط کرلی جاتی ہے، یہ شرعاً ناجائز ہے۔ اگر کوئی شخص مجبوری کی بنا پر قسطیں ادا نہ کرسکے تو ادائیگی میں مہلت دے دینا کارِثواب ہے۔ اگر کسی مجبور شخص کو مہلت دینا کسی وجہ سے مفید نہ ہو تو بیع کالعدم قرار دی جائے اور ادا شدہ رقم واپس کردی جائے۔ اگر خریدار شخص محض ٹال مٹول سے کام لے رہا ہو تو ایسے شخص پر دباؤ ڈالنے کے لیے اس پر فروخت شدہ گاڑی یا اس کی کوئی اور قیمتی چیز اپنی قیمت کی وصولی کے لیے محض قبضہ

میں لی جاسکتی ہے، مگر اس چیز کو مالک (خریدار) شخص کی مرضی یا عدالت کی مداخلت کے بغیر بیچنا جائز نہیں ہوگا۔ اگر جائز طریقہ سے بیچنے کی نوبت آجائے تو ایسی صورت میں خریدار کے ذمہ واجب الاداء رقم وصول کرکے بلاکم وکاست بقیہ رقم خریدار کے حوالہ کرنا شرعاً لازم ہوگا۔ المبسوط للسرخسی میں ہے:

''وإذا عقد العقد على أنه إلى أجل بكذا وبالنقد بكذا أو (قال) إلى شهر بكذا وإلى شهرين بكذا فهو فاسد لأنه لم يعامله على ثمن معلوم ولنهي النبي صلى الله عليه وسلم يوجب شرطين في بيع وهذا هو تفسير الشرطين في البيع ومطلق النهي يوجب الفساد في العقد الشرعية وهذا إذا افترقا على هذا ...... فإن كان يتراضيان بينهما ولم يتفرقا حتى قاطعهُ على ثمن معلوم وأتما العقدَ فهو جائز لأنهما ما افترقا إلا بعد تمام شرط صحة العقد الخ۔'' (المبسوط للسرخسی، ج:۸،ص:۱۳)

بدائع الصنائع میں ہے:

''وكذا إذا قال: بعتك هذا العبد بألف درهم إلى سنة أو بألف وخمسمأة إلى سنتين لأن الثمن مجهول ...... فإذا علم ورضي به جاز البيع لأن المانع من الجواز هو الجهالة عند العقد وقد زالت في المجلس ولهُ حكم حالة العقد، فصار كأنه كان معلوما عند العقد وإن لم يعلم به حتى إذا افترقا تقرر الفساد۔'' (بدائع الصنائع، ج:۵،ص:۱۵۸)

فتاویٰ شامی میں ہے:

''وفي شرح الآثار التعزير بأخذ المال كان في ابتداء الإسلام ثم نسخ ۔ والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال''۔ (فتاویٰ شامی، ج:۳،ص:۶۱-۶۲، ط:سعید)

''والقاضي يحبس الحر المديون ليبيع ماله لدينه وقضى دراهم دينه من دراهمه يعني بلاأمره ، وكذا لوكان دنانير وباع دنانيره بدراهم دينه وبالعكس استحسانًا لاتحادهما في الثمنية لايبيع القاضي عرضه ولاعقاره للدين خلافًا لهما وبه أي بقولهما ببيعهما للدين يفتي اختيار. وصححه في تصحيح القدوري ويبيع كل مالايحتاجه في الحال''۔

قال العلامة الشامي رحمه الله:

''أقول: رأيت في الحظر والإباحة من المجتبىٰ رامزًا مانصهُ وجد دنانير مديونه وله عليه دراهم له أن يأخذ لاتحادهما جنسًا في الثمنية ..... تنبيه:قال الحموي في شرح الكنز نقلاً عن العلامة المقدسي عن جدهٖ الأشقر عن شرح القدوري للأخصب: إن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان في زمانهم لمطاوعتهم في الحقوق والفتوى اليوم علىٰ جواز الأخذ عند القدرة من أي مال كان لاسيما في ديارنا لمداومتهم العقوق''۔ (فتاویٰ شامی، ج:۶،ص:۱۵۰-۱۵۱، ط:سعید)

قرآن کریم میں ہے:

''وَإِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلٰى مَيْسَرَةٍ الخ''۔(البقرۃ:۲۸۰)......ترجمہ:''اور اگر تنگ دست ہوتو مہلت دینے کا حکم ہے آسودگی تک۔'' (بیان القرآن از حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ
محمد انعام الحق	محمد شفیق عارف	عبدالحمید

دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی